اشرف التفاسیر
تفسیر نعیمی
حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی
مصنف: احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

اسم تاریخی

اشرف التفاسیر

تفسیر نعیمی

(پارہ دوم)

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ اسلامیہ

۴۰۔ اردو بازار ★ لاہور

نام کتاب ——— تفسیر نعیمی (پارہ اول)

مصنف ——— حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تعداد صفحات ——— 720

کمپوزنگ ——— لیزر کمپوزنگ ان' سٹار سائنس مارکیٹ'

تکیہ اہلی والا' آبکاری روڈ' نیو انار کلی' لاہور

پرنٹر ———

ناشر ——— مکتبہ اسلامیہ

غزنی سٹریٹ دوکان نمبر مسعود میاں مارکیٹ 38۔ اردو بازار لاہور
Ph:7354851

نوکر تنخواہ کا مستحق نہیں اگر تو راضی بہ قضا نہیں تو دوسرا رب تلاش کر لے۔ اگر تو گناہ کی ہمت کرتا ہے تو وہاں جا کر گناہ کر جہاں تو رب کے قبضہ میں نہ ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں صبر کے ساتھ زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادات کا ذکر نہ ہوا۔ صرف نماز کا ذکر ہوا۔ چند وجہ سے ایک یہ کہ ساری بقیہ عبادتیں صرف فرش پر ہوتی ہیں مگر نماز کے ارکان فرش و عرش ہر جگہ کہ فرشتے رکوع سجود میں مشغول ہیں چونکہ نماز میں فرشتوں کی مشابہت بھی ہے اس لئے اس میں فرشتوں کا اثر بھی ہو گا یعنی بے غمی دوسرے یہ کہ دھیان بانٹ دینے سے رنج و غم بھول جاتے ہیں نماز میں ایسا دھیان بٹتا ہے کہ انسان عرش کی سیر کرتا ہے رب سے ہمکلامی کی لذت پاتا ہے اور اگر احسانی نماز نصیب ہو جائے تو زہے نصیب جس میں بندہ سمجھے کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں۔ دیکھو مصری عورتوں کا دھیان جب حسن یوسفی میں جم گیا تو انہیں ہاتھ کٹنے کا درد محسوس نہیں ہوا۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ
اور نہ کہو تم واسطے ان کے جو قتل کئے جائیں بیچ راستے اللہ کے مردے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اور
اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں
لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾
لیکن نہیں شعور رکھتے تم
ہاں تمہیں خبر نہیں۔

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں صبر کی عظمت کا ذکر تھا اب صابرین (شہداء) کے درجات کا تذکرہ ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں ہر صبر کا ذکر ہوا۔ اب صبر خاص یعنی شہادت کا تذکرہ فرمایا گیا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں نماز کا حکم تھا چونکہ کبھی نماز کی بقاء کے لئے جہاد کی ضرورت پڑتی ہے جس میں مسلمان شہید بھی ہوتے ہیں لہٰذا اب شہادت کی عظمت بیان ہوئی یعنی مصیبتوں میں صبر نماز سے مدد لو اور اگر نماز کے لئے جہاد کرنا پڑ جائے اور مسلمان اس میں شہید ہو جائیں تو انہیں مردہ نہ کہو۔ **چوتھا تعلق:** پہلے فرمایا گیا تھا کہ صبر والوں کے ساتھ اللہ ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان صابرین میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جو نہ مٹنے والی زندگی پا کر اللہ کے حضور حاضر رہتے ہیں یعنی صبر کی ایک عظمت پہلے بیان ہوئی اور دوسری اب۔

شان نزول : جنگ بدر میں مسلمان صرف 313 تھے اور کفار تقریباً 1000 مسلمان بے سامان تھے اور کفار کا ساز و سامان بے شمار۔ نتیجہ کے طور پر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار کو شکست فاش۔ اس جنگ میں 14 مسلمان شہید ہوئے۔ 6 مہاجرین۔ (1) عبیدہ ابن حارث ابن عبد المطلب۔ (2) عمر ابن ابی وقاص۔ (3) ذوالشمالین۔ (4) عمر ابن نفیلہ۔ (5) عامر ابن بکر۔ (6) مجع ابن عبد اللہ۔ اور آٹھ انصاری۔ (1) سعید ابن خثیمہ۔ (2) قیس ابن عبد المنذر۔ (3) زید ابن حارث۔ (4) تمیم ابن ہمام۔ (5) رافع ابن معلّٰی۔ (6) حارثہ ابن سراقہ۔ (7) معوذ ابن عفراء۔ (8) عوف ابن عفراء اس کے بعد مسلمان تو کہتے تھے کہ فلاں فلاں اس جنگ میں مرے اور لوگ اس جنگ میں مرے اور کفار منافقین کہتے تھے کہ یہ ایسے دیوانے ہیں کہ تھوڑے اور بے سرو سامان

لوگ بڑی جماعتوں پر حملہ کر دیتے ہیں اور صرف حضور علیہ السلام کی خوشنودی کے لئے بے فائدہ اپنی جانیں گنواتے ہیں ان کے
حق میں یہ آیت کریمہ اتری (کبیر)

تفسیر : **ولا تقولوا** روح المعانی نے کہا کہ یہ **واستعینوا** پر معطوف ہے یعنی اے مسلمانو تم خود صبر سے مدد لو اور
صابرین شہداء کو مردہ نہ کہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ علیحدہ ہو اور اس میں سب سے خطاب ہو یعنی اے لوگو یہ نہ کہو۔ خیال
رہے کہ کسی کو کچھ کہنے سے روکنا تین نوعیت کا ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ بات اچھی ہو مگر دل میں رکھنے کے قابل ہو دوسروں پر
ظاہر کرنے کے لائق نہ ہو جیسے شب معراج میں اللہ رسول کے اسرار کی باتیں جو لامکان میں ہوئیں **فاوحی الی عبدہ ما
اوحی** دوسرے یہ کہ وہ بات فی نفسہ سچی ہو۔ مگر اس میں بے ادبی کی گنجائش نکلتی ہو۔ جیسے **لا تقولوا راعنا** ان میں بات
بری نہیں مگر کہنا برا۔ تیسرے یہ کہ وہ بات ہی حرام یا کفر ہے اور اس کا بولنا بھی حرام یا کفر ہو جیسے **لا تقولوا ثلثۃ** یہاں **لا
تقولوا** تیسری صورت کا ہے یعنی شہداء کو مردہ کہنا یہ بات بھی بری ہے اور اس کا کہنا بھی جرم ہے۔ جیسے دو خدا کہنا کفر ہے ایسے
ہی اب اس آیت کا انکار کرتے ہوئے شہداء کو مردہ کہنا بھی کفر ہے۔ خیال رہے کہ اکثر احکام کی آیتوں میں خطاب صرف
انسانوں سے ہوتا ہے دیکھو نماز' روزہ' حج' زکوۃ' جہاد کی آیتوں کو فرشتوں سے کوئی تعلق نہیں مگر عقائد اور آداب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات میں خطاب جن وانس و فرشتے سب ہی سے ہے **لا تقولوا ثلثۃ** کے سب مکلف ہیں۔ نبی کے گھر
میں بے اجازت نہ جاؤ کے مکلف فرشتے تک ہیں۔ یہاں جو فرمایا گیا کہ شہیدوں کو مردہ نہ کہو اس کے مکلف بھی جن وانس و
فرشتے سب ہی ہیں اور **لا تقولوا** میں سب سے خطاب خلاصہ یہ کہ حضور کے نام پر کٹ مرنے والے شہیدوں کو بھی مردہ نہ
کہو تو خود محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا کیا کہنا اور کیا پوچھنا۔ حضور ہی کے نام پر کٹ مرنے کا نام شہادت ہے اگر آریہ
وغیرہ موحدین توحید پر مشرکوں سے لڑیں مریں تو شہید نہیں **لمن یقتل فی سبیل اللہ** قتل سے بنا جس کے معنی ہیں جاندار
کے بدن کی بناوٹ بگاڑ ڈالنا (روح البیان) یعنی قتل تو بکھری ہوئی چیز کا بٹنا ہے اور قتل بنے ہوئے بدن کا کھولنا لہٰذا سر یا ہاتھ
پاؤں یا دیگر عضو پر چوٹ مار کر مار ڈالنے کا نام قتل ہے۔ سبیل' طریق' شرع' منہاج۔ ان سب کے معنی ہیں راستہ مگر سبیل وہ
راستہ کہلاتا ہے جس میں سہولت ہو اس کی جمع سبل ہے۔ پھر ہر اس ذریعہ کو بھی سبیل کہہ دیا جاتا ہے جس سے کسی تک پہنچ
سکیں جیسے **ادع الی سبیل ربک** لہٰذا سبیل اللہ وہ راستہ ہے جس سے خدا تک پہنچ سکیں جیسے **لنھدینھم سبلنا**۔
اموات یا تو موتی کی جمع ہے یا میتہ کی موتی بمعنی مردہ اور میتہ بمعنی مردار جو بے کار ہو اور اس میں چند احتمال ہیں ایک یہ کہ تم
شہداء کو اب مردہ نہ کہو ایک وقت ان پر موت طاری ہوئی اور پھر انہیں دائمی زندگی بخش دی گئی۔ دوسرے یہ کہ تم ان کی وفات
کو موت اور ان کو مردہ نہ کہو کیونکہ یہ ہلکا لفظ ان شان والوں کے لائق نہیں بلکہ ان کی وفات کو شہادت اور ان کو شہید کہو۔
تیسرے یہ کہ انہیں بے کار اور ان کی اس قربانی کو بے فائدہ نہ جانو جیسے کہ مردار بے کار ہوتا ہے۔ وہ کار آمد ہیں اور ان کی وفات
بہت فائدہ مند (کبیر) خیال رہے کہ **اموات**' **ھم** کی خبر ہے اور جملہ بن کر لا تقولوا کا مفعول **بل احیاء** بھی **ھم** کی خبر ہے
اور یا تو ولا تقولوا پر معطوف ہے یعنی بلکہ یہ کہو کہ وہ زندہ ہیں یا اموات پر یعنی بلکہ وہ زندہ ہیں۔ دوسرے معنی ہی زیادہ ظاہر ہیں
کیونکہ رب تعالیٰ ان کی زندگی کی خبر دے رہا ہے نہ کہ انہیں زندہ کہنے کا فقط حکم۔ اس زندگی میں چند احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ

حقیقتاً اس عالم میں زندہ ہیں اور انہیں رب کی طرف سے رزق ملتا ہے اور جنت کی سیر بھی کرتے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے **یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ** حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں (جلالین اور خزائن العرفان) دوسرے یہ کہ وہ زندوں کی طرح ہیں کہ ان کا ثواب جاری رہتا ہے کہ جب تک دین قائم ہے اور جہاد جاری ہے انہیں ثواب مل رہا ہے کیونکہ انہوں نے دین پر جان دی اور شہادت کا طریقہ جاری کیا۔ تیسرے یہ کہ ان کی روحوں کا خاکی جسم کے ساتھ قوی تعلق ہے کہ یہ جسم نہ سڑتے ہیں نہ گلتے۔ پہلی دو صورتوں میں تو حیات سے روحانی زندگی مراد ہے اور اس صورت میں جسمانی بھی اور یہ تینوں ہی درست ہیں کہ ان کی تائید قرآن و حدیث سے ہے وہ ہر لحاظ سے زندہ ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ **ولکن لا تشعرون** تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں اور ان کے عیش و معاش تمہیں نظر نہیں آتے یعنی ان کی زندگی کامل ہے تمہارے احساس کے لحاظ سے فرق ہے کہ پہلی زندگی تمہیں نظر آتی تھی یہ نظر نہیں آتی نیز پہلے انہیں دنیوی سامان اور رزق کی ضرورت تھی۔ اب وہ اس سے بے نیاز ہو چکے۔ اس لئے ان پر ظاہری احکام مردوں کے سے جاری کر دیئے گئے کہ ان کی میراث تقسیم ہو گئی اور ان کی بیبیوں کا نکاح دوسروں سے جائز ہو گیا کہ یہ چیزیں ظاہر سے متعلق تھیں جیسے کہ جب سوار نے گھوڑا بیچ دیا۔ تو اس کی زین وغیرہ بھی علیحدہ کر دی اور جب تاجر نے دکان بند کر دی تو باٹ و ترازو سے بھی بے نیاز ہو گیا کیونکہ اس کا پسلا جمع کیا ہوا مال ہی کیا کم ہے کہ اب کمانے کی مشقتیں برداشت کرے۔ خیال رہے کہ **تشعرون** شعور سے بنا جس کے معنی ہیں ظاہری اعضاء سے احساس اور یہاں علم کی نفی نہیں کی گئی بلکہ احساس کی کیونکہ ۔عقلاً تعالیٰ ہر مسلمان شہداء کی زندگی کو جانتا اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اگرچہ دیکھ نہ سکے۔ نیز اس میں عام لوگوں سے خطاب ہے ورنہ انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ ان کی زندگی دیکھتے بھی ہیں بلکہ ان سے ملاقاتیں اور گفتگو کرتے ہیں۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو! جو لوگ صبر کے اول درجہ میں ہیں۔ یعنی اللہ کی راہ میں قتل ہو کر شہید ہو گئے انہیں مردہ نہ کہو۔ وہ تو اسی طرح زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی محسوس نہیں ہوتی۔ رب نے یہاں تو شہداء کو مردہ کہنے سے روکا۔ دوسری جگہ فرمایا **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا** شہداء راہ خدا کو مردہ سمجھو بھی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی زندگی ایسی یقینی ہے کہ انہیں مردہ سمجھنا اور کہنا بھی گناہ ہے نیز سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں بہت گنجائش ہے جو بھی دین سے رکاوٹ دور کرنے کے لئے مارا جائے وہ شہید فی سبیل اللہ ہے لہٰذا اگر کفار اذان' نماز' قربانی گائے' درود پاک وغیرہ کو بند کرنا چاہیں اور مسلمان ان سے جنگ کر کے مارا جائے تو شہید ہے ایسے ہی اگر مسلمان کفار کے ملک پر حملہ کریں اور اس میں کچھ مر جائیں تو شہید فی سبیل اللہ ہیں کیونکہ وہ وہاں بھی اسلام پھیلانے کے لئے اور دینی رکاوٹیں دور کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ مرزائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اب جہاد منسوخ ہو چکا اور جب جاری تھا تب بھی حملہ کفار کو دفع کرنے کے لئے تھا نہ کہ ان پر حملہ کرنے کے طریقہ پر مگر یہ محض غلط ہے نہ تو اب جہاد منسوخ ہوا ہے اور نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔ نیز سوائے جنگ احد اور خندق کے باقی تمام غزوات میں صحابہ کرام ہی نے کفار پر حملہ کیا انشاء اللہ جہاد کی پوری بحث مع اس کے فوائد کے آیات جہاد میں کی جائے گی۔

شہید اور اس کی زندگی

شہید کے معنی اور وجہ تسمیہ : شہید کے لفظی معنی حاضر یا گواہ کے ہیں مگر عرف میں شہید وہ مسلمان بالغ ہے جو ظلماً" مارا جائے اور قاتل پر اس کے قتل سے مال واجب نہ ہو۔ اس کو شہید کہنے کی چند وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ دیگر مسلمان قیامت کے حساب و کتاب سے فارغ ہو کر جنت میں پہنچتے ہیں اور اس سے پہلے ان کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے مگر شہید مرتے ہی جنت میں حاضر ہو جاتا ہے اور وہاں سیر بھی کرتا ہے اور رزق بھی کھاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسے بارگاہ الٰہی میں حاضر کر کے فرمایا جاتا ہے۔ تمنا کرو وہ عرض کرتا ہے کہ مجھے دنیا میں پھر بھیجا جائے تاکہ پھر شہادت کی لذت پاؤں۔ حکم الٰہی ہوتا ہے کہ ہم ایک بار آزما کر پھر نہیں آزماتے (شہید بمعنی حاضر) تیسرے یہ کہ عام مسلمان قیامت میں گزشتہ انبیاء کے گواہ ہوں گے۔ مگر شہداء سرکاری گواہ۔ جیسے کہ اب بھی بعض مقدمات میں خفیہ پولیس یا ڈاکٹر وغیرہ سرکاری گواہ ہوتے ہیں یا دنیا میں باقی مسلمان تو اپنی زبان، قلم وغیرہ سے حقانیت اسلام کی گواہی دیتے ہیں مگر شہید اپنے خون سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے کہ اس کا ہر قطرہ خون کہتا ہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** (شہید بمعنی گواہ) یوں تو جو بھی ظلماً" مارا جائے شہید ہے یہاں تک کہ اپنے مال اولاد، آبرو کی حفاظت میں قتل ہونے والا بھی شہید۔ مگر شہید فی سبیل اللہ وہ ہے جو دین کی حفاظت میں جان کی قربانی دے۔

شہید دو قسم کے ہیں : (1) شہید فقہی (2) شہید حکمی۔ شہید فقہی وہ ہے جو مسلمان عاقل بالغ اور طاہر ہو پھر ظلماً ہتھیار سے مارا جائے یا زخمی ہو کر بغیر دنیوی آرام لئے مرجائے اس کو نہ غسل دیں گے نہ کفن بلکہ انہی خون آلودہ کپڑوں میں نماز پڑھ کر دفن کر دیا جائے گا شہید حکمی وہ جن پر اگرچہ فقہ کے یہ احکام جاری نہیں مگر آخرت میں ان کو درجہ شہادت ملے گا جیسے جل کر ڈوب کر طلب علم وغیرہ میں مرنے والا۔

شہادت کے مراتب : شہید کے بہت بڑے درجات ہیں۔ (1) شہید کو نبی سے بہت قرب حاصل ہے کہ پیغمبر کی نیند وضو نہیں توڑتی اور شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔ (2) نبی کے فضلات شریف امت کے لئے پاک اور شہید کے جسم کا خون پاک یعنی اگر نبی کا پیشاب شریف یا شہید کا خونی کپڑا کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں (3) نبی بعد وفات زندہ دیکھو (مشکوٰۃ باب الجمعہ) شہید بھی بعد وفات زندہ (4) نبی کو بعد وفات رزق الٰہی ملتا ہے (مشکوٰۃ باب الجمعہ) اور شہید کو بھی (قرآن شریف) (5) شہید سوالات قبر سے محفوظ (6) شہید کا گوشت و خون زمین نہیں کھا سکتی۔ (7) شہید دنیا سے گناہوں سے ایسا پاک ہو کر جاتا ہے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (8) شہید موت سے پہلے جنت دیکھ لیتا ہے۔ (9) شہید 70 آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (10) شہید کا عمل و رزق قیامت تک جاری رہے گا۔ (11) شہید قیامت کے دن گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا بلکہ تیاری جہاد کرنے والے کی ایک نماز 500 کے برابر اور ایک درم کی خیرات 700 کی مثل (در مختار و شامی) غرضیکہ شہید کے بہت مراتب ہیں جیسے فوجی سپاہی سلطان کو پیارا کہ وہ اپنی جان سے سلطنت کی حفاظت کرتا ہے ایسے ہی غازی و شہید رب کو پیارا کہ اس نے اپنے خون سے دین الٰہی کی حفاظت کی۔ (12) جیسے ظاہری بادشاہوں کے مختلف محکمے ہیں اور ہر محکمہ کے نام و کام بلکہ وردی وغیرہ علیحدہ

ہیں ایسے ہی سلطنت مصطفوی کے بہت سے محکمے ہیں۔ علماء' اولیاء' غازی' شہید وغیرہ پھر علماء کے محکمہ کی بہت سی شاخیں ہیں۔ فقہاء' محدثین' مجتہدین' مفسرین وغیرہ' محکمہ ولایت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ غوث و قطب و ابدال وغیرہ۔ غازیوں اور شہیدوں کا بھی یونہی ایک مستقل محکمہ ہے۔ حکومتیں فوجیوں کو بہت رعایتوں و مہربانیوں سے نوازتی ہیں۔ ان کے قتل کے بعد ان کے یتیموں' بیوگان کی پرورش کرتی ہیں۔ فوج کو علاوہ تنخواہ کے کھانا کپڑا بھی دیتی ہیں۔ ایسے ہی رب تعالیٰ غازیوں اور شہیدوں پر خاص مہربانیاں فرماتا ہے کہ فانی زندگی کے عوض انہیں حیات جاودانی بخشتا ہے ان کے طفیل ان کے اہل قرابت پر کرم فرماتا ہے۔

شہید کی زندگی : روح البیان نے فرمایا کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک روح سلطانی جس کا مقام دل ہے اسی سے زندگی قائم۔ دوسرے روح حیوانی جس کا مقام دماغ ہے جس سے ہوش و حواس برقرار۔ روح حیوانی سونے کی حالت میں نکل جاتی ہے اور روح سلطانی بوقت موت خارج ہوتی ہے۔ یعنی روح حیوانی کے نکلنے کا نام نیند ہے اور روح سلطانی کے نکلنے کا نام موت پھر نیند کی حالت میں روح حیوانی جسم سے نکل کر عالم کی سیر کرتی ہے اسی سیر کا نام خواب ہے مگر جسم سے پھر بھی اس کا تعلق ایسا رہتا ہے جیسے بجلی کے بٹن کا تار رہتا ہے کہ جو نہی کسی نے جسم کو ہاتھ لگایا یا پکارا فوراً اسی روح کو خبر ہوئی اور آناً فاناً اگر جسم میں داخل ہو گئی اور سونے والا جاگ گیا۔ ایسے ہی بعد موت روح انسانی کا کچھ تعلق جسم سے باقی رہتا ہے کہ جو کوئی قبر پر فاتحہ کے لئے آئے روح کو خبر ہو اس سے اتنا معلوم ہوا کہ موت نہ تو روح کی فنا کا نام ہے نہ جسم کی۔ صرف روح کے تعلق ضعیف ہو جانے کا نام ہے اب یہ روح اس جسم کی پرورش نہیں کرتی۔ اس لئے بعد موت جسم گل سڑ جاتا ہے۔ مگر چونکہ کچھ تعلق باقی رہتا ہے اس لئے قبر میں نیک کاروں کے جسم کو راحت اور بدکاروں کے جسم کو عذاب دیا جاتا ہے اور روح اس کا احساس کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ قبر یا جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا غار۔ پھر یہ بھی خیال رہے کہ روح جسم لطیف نورانی ہے جس کا خاص مقام تو دل یا دماغ ہے مگر وہ سارے جسم میں ایسے پھیلی ہوئی ہے جیسے کوئلہ میں آگ اور گلاب کے پھول میں عرق اور بعد موت سرایت کی یہ کیفیت نہیں رہتی بلکہ جسم سے باہر رہ کر اس کا تعلق رہتا ہے۔ جیسے بادشاہ کا رعایا سے۔ جب یہ سمجھ لیا تو اب سمجھو کہ نبی کی برزخی زندگی عام لوگوں سے بہت زائد قوی ہے کہ ان کا جسم گلنے سے محفوظ اور ان کا مال اور ان کی بیبیاں تقسیم اور نکاح کے قابل نہیں اور ان کی ارواح دونوں جہان میں بلا تکلف سیر فرماتی ہیں۔ یہاں اس زندگی کا عام لوگوں کو احساس نہیں اور ان پر شریعت کی تکالیف بظاہر جاری نہیں یہ سب ظاہری گفتگو ہے۔ ورنہ حقیقت میں وہ حضرات نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور ذکر فکر میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ شب معراج اگلے پیغمبروں نے حضور کے پیچھے بیت المقدس میں نماز ادا کی۔ حجۃ الوداع میں گزشتہ پیغمبروں نے بھی حج کیا۔ جس کی حضور نے خبر دی۔ انشاء اللہ اس کی پوری بحث معراج کی آیت میں کی جائے گی۔ خیال رہے کہ ازواج مطہرات کا مسلمانوں کی ماں ہونا احترام و ادب کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام شرعیہ کے لحاظ سے اسی لئے ان سے پردہ فرض ان کی اولاد سے مسلمانوں کا نکاح درست دیکھو حضرت فاطمہ و زینب و کلثوم سے جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی صاحبزادیاں ہیں۔ حضرت علی' ابوالعاص' عثمان غنی کے نکاح ہوئے۔ نہ انہیں مسلمانوں کی میراث ملے نہ مسلمانوں کو ان کی میراث معلوم ہوا کہ وہ حضرات اولاً ماں سے افضل مگر شرعی حکم میں ماں نہیں۔ حضور انور کی وفات کے بعد ان سے نکاح اس

لئے حرام ہے کہ حضور انور زندہ ہیں وہ حضرات بیوہ نہیں اسی لئے حضور انور پر ازواج مطہرات کا خرچہ نفقہ ہے جو حضور کے چھوڑے ہوئے مال سے ادا ہو گا یہ میراث نہیں کیونکہ زندہ کی میراث نہیں بٹتی بلکہ نفقہ زوجیت ہے اسی لئے رب نے فرمایا ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا دیکھو حضور انور کی وفات کے بعد بھی بیویوں کو حضور کی ازواج فرمایا گیا معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہیں۔

اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح — اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے!
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا — جسم پر نور بھی روحانی ہے!

اسی لئے مطلقہ زوجہ نبی امت پر حرام نہیں رب فرماتا ہے فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ اگر مطلقہ کا بھی نکاح درست نہ ہو تو طلاق دینا بیکار بلکہ مضر ہوتا ہے بہر حال اس آیت سے دو طرح حیات النبی ثابت ہے۔ نیز کلمہ "کان" نماز "ان سب سے حیات النبی کا ثبوت ہے۔ محمد رسول اللہ کے معنی ہیں محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر آپ عام لوگوں کی طرح موت پاچکے ہوتے تو کہا جاتا وہ اللہ کے رسول تھے۔ نیز حضرت سلیمان بعد قبض روح عرصہ تک نماز میں کھڑے رہے۔ دیمک نے جب لاٹھی کھائی تب آپ کی وفات کا پتہ لگا جسم شریف نہ گلا نہ خراب ہوا۔ رب فرماتا ہے۔ واسئل من ارسلنا قبلک من رسلنا۔ اجعلنا من دون الرحمن الھتہ یعبدون اگلے رسولوں سے پوچھو کہ کیا ہم نے جھوٹے معبود بنائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وفات یافتہ رسول زندہ بھی ہیں ان سے مقبول بندے ملاقات و گفتگو بھی کر لیتے ہیں وہ دنیا کی سیر بھی کرتے ہیں۔ ان دلائل سے حیات انبیاء "حیات شہداء" حیات اولیاء بخوبی ثابت ہے۔

شہداء کی زندگی : اس درجہ قوی تو نہیں مگر پھر بھی عام مسلمانوں سے بدرجہا قوی۔ اس لئے ان کی میراث تو تقسیم ہوتی ہے اور ان کی بیبیاں اوروں سے نکاح کر سکتی ہیں مگر یہ ملائکہ کی طرح لطیف جسموں کی شکل میں جنت کی سیر بھی کرتے ہیں اور عالم میں تصرفات بھی۔ خیال رہے کہ دنیوی زندگی تو برزخ کے مقابلہ میں ایک خیال ہے اور برزخی زندگی حشری زندگی کے مقابلہ میں خواب و خیال یعنی مرنے کے بعد دنیوی واقعات خواب کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور مردہ سمجھتا ہے کہ میں سو کر اٹھا اور محشر میں برزخی حالات خواب اور دنیوی حالات خواب کے اندر خواب معلوم ہوں گے لہذا انبیاء و اولیاء و شہداء کا بعد وفات ہی جنت میں پہنچنا فقط روحانی ہے نہ کہ اس جسم سے اور بعد حشر مع جسم ہو گا اور پہلا داخلہ مثل خواب کے معلوم ہو گا اور عوام حشر سے پہلے نہ جسما" وہاں پہنچیں نہ روحا" بلکہ دور سے جنت کو دیکھتے ہیں پھر انبیاء اور شہداء کے اس داخلہ میں بھی ایک بڑا فرق ہے جیسے کہ ان خوابوں میں فرق۔ ہم لوگ خواب میں اگر کچھ کھائیں پئیں تو اس کی لذت تو محسوس کرتے ہیں مگر صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور پیغمبر جو کچھ خواب میں کھاتے پیتے ہیں اس کی لذت بھی پاتے ہیں اور صبح کو سیر اٹھتے ہیں۔ اس لئے حدیث پاک میں وارد ہوا یطعمنی ربی و یسقینی مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔ حتی کہ بعض خاص اولیاء جو انبیاء کرام کے قدم پر ہیں۔ ان کی روایت ہے کہ انہوں نے خواب میں کچھ کھایا۔ صبح کو اس کھانے کی خوشبو ان کے منہ میں تھی اور شکم سیر تھے مگر ان کے لئے یہ کبھی ہوتا ہے اور نبی وراثت سے لہذا شہداء کی زندگی اس معنی میں تو جسمانی بھی ہے کہ ان کا جسم گلنے سے محفوظ اور پہلی وجہ سے روحانی یہ فرق بہت خیال میں رہے کہ اس سے بہت سے اعتراضات اٹھ جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ آدم علیہ السلام کا

جنت میں پہلے رہنا حضور کا جسماً "معراج کی رات وہاں جانا اور یس علیہ السلام کا اب بھی وہاں رہنا یہ ثواب کے لئے نہیں اس کی دوسری نوعیت ہے جیسے کہ ملائکہ کا وہاں قیام۔

ہماری تحقیق : زندگی کی تین قسمیں ہیں اور اس کے مقابل موت کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک زندگی حسی جو محسوس ہو اور اس کے مقابل موت حسی جو بظاہر معلوم ہو۔ اسی لحاظ سے فرمایا گیا **انک میت وانھم میتون** یہاں موت سے حسی موت مراد ہے جو بظاہر دیکھنے میں آئے اور جسم بے حس و حرکت نظر آئے دوسرے زندگی حقیقی جیسے روح کی زندگی کہ وہ جسم سے جدا ہو کر بھی برقرار ہے اس کے مقابل موت حقیقی ہے جیسے کہ قیامت کے دن جانوروں کو آپس میں بدلہ دلا کر فنا کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا۔ **کونوا تراباً** "مٹی ہو جاؤ اس دن ان کی روحیں ہی فنا ہوں گی۔ تیسرے زندگی حکمی جو دیکھنے میں نہ آئے۔ مگر اس پر زندگی کے بہت سے احکام جاری ہوں جیسے انبیاء کرام کی وفات کہ اس پر بہت سے زندگی کے احکام شرعیہ جاری ہیں مثلاً "میراث تقسیم نہ ہونا اور ان کی بیبیوں کا اوروں سے نکاح نہ کرنا وغیرہ اور کچھ موت کے احکام بھی جاری جیسے کفن دفن، نماز جنازہ وغیرہ اور جیسے کہ شہداء کی موت کہ جس پر بقائے جسم اور عطائے رزق وغیرہ کی زندگی کے احکام جاری اور دفن و نماز جنازہ، موت کے احکام اس کے مقابل حکمی موت ہے کہ وہ بظاہر زندہ ہو مگر اس پر موت کے احکام جاری ہوں۔ جیسے مرتد کہ وہ چلتا پھرتا نظر آتا ہے مگر اس کا مال حکماً "ملکیت سے نکل چکا اور بیوی نکاح سے خارج لہٰذا یہاں **احیاء** سے حیات حکمی مراد ہے نہ کہ حسی یا یوں کہو کہ نبی اور شہید کی روح جسم سے علیحدہ کر دی جاتی ہے سرکار فرماتے ہیں۔ **فانی امرء مقبوض** مگر اس قبض روح کے باوجود ان کی حیات باقی رہتی ہے۔ لہٰذا **انک میت** میں قبض روح مراد ہے اور **بل احیاء** میں وہی باقی رہ جانے والی حیات جیسے کہ شق صدر کے موقعہ پر حضور کا دل نکال لیا گیا مگر حیات باقی رہی۔ خیال رہے کہ قبض روح موت نہیں بلکہ سبب موت ہے ہو سکتا ہے کہ سبب پایا جاوے اور موت نہ آئے۔ حیوۃ اس صفت کا نام ہے جس سے علم و ادراک وغیرہ قائم ہے لہٰذا انبیاء شہداء مقبوض ہیں میت نہیں اسی لئے بعد وفات ان کے جسم گلتے نہیں کہ روح کا تعلق ان سے قائم ہے دیکھو کسی کا ہاتھ سوکھ جاتا ہے تو سڑتا گلتا نہیں کہ روح کا کچھ تعلق اس سے قائم ہے غرضیکہ جیسے ہماری نیند میں روح سلطانی نکل جاتی ہے مگر وہ غافل نہیں ہوتے اس لئے ان کی نیند پر بعض احکام تو نیند کے طاری ہوتے ہیں تبلیغ نہ کرنا نماز میں امام نہ بننا وغیرہ اور بعض احکام بیداری کے جاری جیسے وضو نہ ٹوٹنا خواب کا وحی الٰہی ہونا حتی کہ ان کے خواب سے احکام شرعیہ منسوخ ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے خواب سے ذبح فرزند کا ارادہ فرمایا اسی طرح ہماری موت میں روح حیوانی جسم سے نکل بھی جاتی ہے اور ہمارا جسم بے جان ہو کر سڑ گل بھی جاتا ہے مگر حضرات انبیاء کی وفات میں روح حیوانی جسم سے نکل تو جاتی ہے اسی لئے ان کا دفن کفن، نماز جنازہ وغیرہ ہو جاتی ہے۔ مگر وہ جسم بے جان نہیں ہوتے۔ پرورش روح باقی رہتی ہے اسی لئے ان کے اجسام سڑتے گلتے نہیں اور ان پر بہت سے احکام زندگی جاری ہوتے ہیں۔

سید الشہداء کون ہے؟ : بعض اسباب سے شہادت کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور اسی وجہ سے شہید کو سید الشہداء کہا جاتا ہے مثلاً "ایک شہید کفن دفن پاتا ہے۔ دوسرا شہید شہادت سے پہلے بھوک پیاس کی تکلیف اٹھاتا ہے اور بعد وفات اسے گور و کفن بھی میسر نہیں ہوتا بلکہ اس کا جسم گھوڑوں سے پامال کر دیا جاتا ہے۔ یقیناً "دوسرا پہلے سے افضل ہے اس میں گفتگو ہے کہ صحابہ